بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِين نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِين، أَمَّا بَعْدُ:

04-27: سورۃ النساء کی مختصر تفسیر (آیات:131-135)

سورۃ النساء کی مختصر تفسیر کا درس جاری ہے اور ہم رُکے تھے آیت نمبر 130 پر اور یہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ١٣١﴾ (النساء: 131)

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾: اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾: اور ہم نے وصیت کر دی ہے تاکید کر دی ہے اُن لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی تم سے پہلے (یعنی اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ) اور تمہیں بھی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرو۔

﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا﴾: اور اگر تم کفر کرو گے یا ناشکری کرو گے۔

﴿فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ﴾: تو بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ١٣١﴾: اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے بڑی خوبیوں والا ہے۔

پچھلی آیت میں جب میاں اور بیوی کے تفرقے کی بات کی ہے یعنی کوئی اور راستہ نہیں بچا میاں اور بیوی کے اتفاق کا صلح کا تو اس کا حل جدائی ہے چاہے طلاق کی وجہ سے ہو چاہے خلع کی وجہ سے ہو یا فسخ النکاح جو قاضی کرتا ہے، اور جب جدائی کی بات کی ہے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے کرم سے اپنی وسعت سے خاوند کے لیے بھی اور بیوی کے لیے بھی آسانی کر دے گا اپنے رحم و کرم سے۔

یعنی تب بھی پریشانی کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ازدواجی جو رشتہ ہے بڑا پاک رشتہ ہے بڑا پیارا رشتہ ہے، دین اسلام نے اس رشتے کو کہ اس کی اہمیت کیا ہے اس کی حیثیت کیا ہے اور اس کو کیسے مضبوط کرنا ہے تمام طریقے بیان کر دیئے ہیں اور موجود ہیں قرآن اور سنت میں۔

اور اس رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے جو اس رشتے کو مضبوط کرنا چاہتا ہے تمام راستے اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیئے ہیں اور اگر کسی وجہ سے یہ رشتہ کمزور پڑ جائے اور حقوق کی ادائیگی نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کی جو حدیں ہیں اُن کا حق نہ ادا کیا جا سکے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر نافرمانی ہونا شروع ہو جائے تب تو اس رشتے کا فائدہ نہیں ہے۔

اس لیے شریعت میں جو آخری حل ہے طلاق یا خلع کا، یا اگر یہ دونوں طرف نہ ہو سکے میاں سے طلاق اور بیوی سے خلع تو قاضی جو ہے وہ فسخ النکاح کر دیتا ہے تاکہ مزید اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو۔

جیسے سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ کی حد قائم کرنا چاہتے ہیں حدود اور فرمانبرداری پر عمل کرنا چاہتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر طلاق انسان دے دیتا ہے بیوی کو اور پھر وہ دوسری شادی کرلیتی ہے طلاق بائن کے بعد ان تین طلاقوں کے بعد تو کوئی حرج نہیں ہے اگر واپس آنا چاہتی ہے دوسرے خاوند کی وفات یا دوسرے خاوند سے طلاق کے بعد بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کا قائم رکھیں (یہ شرط ہے)۔

اور اس رشتے میں جب جدائی کی بات آتی ہے تو اس کی یہی بنیاد ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں اللہ تعالیٰ کی حدیں پار نہ ہوں، جب ایسا معاملہ ہو گیا اور جدائی کی بات آئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ خاوند کو کوئی اچھی بیوی اللہ تعالیٰ میسر کردے گا اور بیوی کو کوئی اچھا خاوند میسر کردے گا۔

اور اللہ تعالیٰ واسع اور حکیم ہے پچھلی آیت یہاں پر اختتام ہوئی۔

پھر اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں: ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ واحد خالق ہے مالک ہے تدبیر کرنے والا ہے مشکل کشا حاجت روا وہی ہے اُس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

جب سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے واسع فضل سے اُحکم الحاکمین ہے جب اللہ تعالیٰ کے لیے اس رشتے کو ختم کر دیا گیا ہے تو پھر پریشان نہ ہوں وہی خالق اور مالک ہے وہی تدبیر کرنے والا ہے تمہارے معاملات اللہ تعالیٰ درست کردے گا۔

کوئی رنج نہیں ہونا چاہیے بشرطیکہ اتفاق اجتماع اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اب یہ افتراق بھی اللہ ہی کے لیے ہے، یہ رشتہ قائم ہوا اللہ تعالیٰ کو راضی رنے کے لیے اب اگر جدائی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ہوئی ہے تب: ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾: پریشان ہرگز نہ ہو نا سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمان میں اور زمین میں ہے۔

تو تمہاری سعی کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ کون سی چیز ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جاسکتا ہے یا ناراض کیا جاسکتا ہے؟

ایک چیز ہے اگر وہ موجود ہے تو خیر ہی خیر ہے پھر آپ کے دین اور دنیا اور تمام معاملات سیدھے ہیں اگر یہ چیز نہیں ہے تو پھر تمام معاملات بگڑ سکتے ہیں اور بہت معاملہ آپ کے لیے مخدوش اور مشکوک رہے گا اور بہت ساری تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی جب تک اس کو درست نہیں کرلیتے اس لیے پھر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾: یہ اصل بنیادی بات ہے "تقویٰ" (اللہ تعالیٰ کا ڈر)۔ اور ابتداء کہاں سے ہوئی؟ ﴿وَلَقَدْ﴾: ''يعني والله لقد'': جب واؤ لقد کے ساتھ ہو تو قسم اس میں مخفی ہے واؤ قسم کے لیے ہے یعنی اللہ کی قسم! یقیناً۔

کتنے مؤکدات ہیں؟ (۱) ایک قَسم ہے (۲) پھر لام ہے (۳) پھر قَد ہے

یعنی تین مرتبہ یقینی طور پر بات ہو رہی ہے ایک مرتبہ نہیں ہے: ﴿وَلَقَدْ﴾۔ ﴿وَصَّيْنَا﴾: ہم نے وصیت کی ہے۔

یعنی جب وصیت کی بات آتی ہے یہ حکم دیا ہے کہ اسے لازم پکڑو اسی میں تمہارے لیے بھلائی ہے، وصیت ہے۔

کسے وصیت کی ہے؟ ﴿الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾: اُن لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے۔

کون ہیں؟ اہل کتاب ہم سے پہلے (یہود و نصاریٰ) اور ان سے پہلے اگر کوئی بھی امت جن کو کتاب دی گئی ہے سب اس میں شامل ہیں۔

ہم سے پہلے جو اہل کتاب ہیں جو سب سے قریب ہیں یہود و نصاریٰ ہیں ان کے علاوہ اور بھی ہیں کہ نہیں؟ان کے علاوہ اور بھی ہیں ہم نہیں جانتے لیکن جس پر بھی کتاب نازل کی گئی ہے وہ سب اس میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ حکم دیا ہے وصیت کی ہے ﴿وَاِيَّاكُمْ﴾ اور تمہیں بھی۔

تم کون؟اہل قرآن مسلمان۔ کیا وصیت کی ہے؟﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾:اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

عمومی طور پر تقویٰ کا ترجمہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خصوصی طور پر اس کا معنی وسیع ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیسے ڈرو اس کا خاص طریقہ ہے کہ:

(۱)اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو۔ (۲)اور جس چیز سے منع کیا ہے اُس سے رُک جاؤ۔

اور اس کے لیے صرف دو چیزیں آپ نے کرنی ہیں بلکہ ایک ہے اُس کے دو فروع ہیں:

"حقوق کی ادائیگی": حقوق کی ادائیگی میں دو چیزیں ہیں:

(۱)اللہ تعالیٰ کا حق سب سے پہلے ہے۔ (۲)اور پھر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق ہے۔

اگر آپ حقوق کی ادائیگی میں کرنے والوں میں سے ہو جائیں یہ حق ادا کرنا شروع کر دیں اور یہ بغیر علم کے ممکن نہیں ہے اس کے لیے:

(۱)علم کا ہونا اور سمجھنا کہ حقوق ہوتے کیا ہیں؟ (۲)اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟ (۳)اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق کیا ہے؟

(۴)بندے کتنی قسم کے ہیں؟ کس کا حق سب سے زیادہ ہے؟ (۵)اور یہ حقوق کیسے ادا کیے جاتے ہیں؟

تب جا کر آپ تقویٰ کے مجموعے پر عمل کر سکتے ہیں:﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾۔

اس لیے کتاب کا ذکر کیوں ہے﴿اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ﴾؟کیونکہ اس کتاب میں پوری تفصیل موجود ہے اور قرآن مجید میں تمام کتابوں کا نچوڑ (خلاصہ) موجود ہے اس لیے کتاب کو ساتھ جوڑ دیا ہے کہ تقویٰ کے معاملات اگر آپ نے ڈھونڈنے ہیں تو قرآن مجید میں جا کر دیکھیں آپ کو تقویٰ کی مکمل تفصیل مل جائے گی، پوری تفصیل موجود ہے کہ:

(۱)اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کیسے بچنا ہے۔

(۲)اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کیسے بچنا ہے، وہ کون سی دیوار یا اوڑ ہے یا بچاؤ ہے جس کے ذریعے آپ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں۔

(۳)حقوق کی ادائیگی کی تفصیل مکمل موجود ہے قرآن میں اور سنت میں کیونکہ جو چیز قرآن مجید میں مجمل ہے سنت میں اُس کی تفصیل موجود ہے، جو عام ہے اُس کی تخصیص سنت میں موجود ہے۔ مزید انفارمیشن (Information) طریقہ سنت میں موجود ہے تو قرآن اور سنت ساتھ میں وحی ہے۔ ﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾:اس لیے اگر میاں بیوی کا مسئلہ بھی بیچ میں کوئی ہے اس سیاق اور سباق میں سب کچھ آ رہا ہے۔جب حقوق کی ادائیگی کی آپ بات کرتے ہیں تو بیوی کے حقوق بھی شامل ہیں بیوی کے حقوق کی ادائیگی کا آپ حق ادا کرتے ہیں پھر تو مسئلہ نہیں ہے نا؟!

جدائی اگر ہو بھی گئی ہے تو آپ نے حقوق کی ادائیگی کی بنیاد پر اپنے ربّ کو راضی کرتے ہوئے یہ عمل کیا ہے ناانصافی نہیں ہے ظلم اور ستم کی بات ہرگز نہیں ہے زیادتی نہیں ہے کیونکہ ظلم اور زیادتی میں کبھی بھی آپ تقویٰ پر عمل نہیں کر سکتے!

ظلم اور زیادتی اللہ تعالی کی پکڑ کا سبب ہے اللہ تعالی کی پکڑ میں آجاؤ گے عذاب کا باعث ہے تمہارے عذاب کا سبب ہے تو پھر تقویٰ کہاں ہے؟!

اس لیے ایک ہی لفظ میں اللہ تعالی نے تمام موضوعات کو سمیٹ دیا ہے ﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ﴾ میں دیکھیں آپ! (سبحان اللہ)۔

جس کا عقیدہ درست ہے جو موحد متبع سنت ہے بیوی کے حقوق والدین کے حقوق اور تمام حقوق کو ادا کرنا آسان ہے کہ نہیں اُس کے لیے؟ آسان ہے۔ لیکن جس کے عقیدے میں خلل ہے توحید میں خلل ہے اتباع سنت میں خلل ہے تو پھر یقیناً اُس کے معاملات میں بھی خلل کا امکان ہے اور ہوتا بھی ہے کیونکہ توفیق اللہ تعالی کی طرف سے ہوتی ہی نہیں ہے۔

جب آپ کے اصل میں خلل ہے تو باقی معاملات میں بھی خلل کا امکان ہے: ﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ﴾: ایک لفظ میں۔

﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا﴾: اور اگر تم کفر کروگے؛ کفر میں دونوں معنی شامل ہیں: "کفر اکبر اور کفر اصغر"۔

اور اس میں ناشکری بھی شامل ہے جو کفر اصغر میں آتی ہے کیونکہ جس کے لیے تقویٰ کا راستہ اللہ تعالی آسان کردے تو اُسے شکر کرنا چاہیے نا؟! جو ناشکری کرتا ہے اور کفر سب سے بڑی ناشکری ہے! پتہ ہے کفر اکبر سب سے بڑی ناشکری ہے؟! جب اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں تقویٰ کے تمام لوازمات اور تمام حقائق اور تمام تفصیل بیان کردی ہے تو پھر تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم تقویٰ کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہتے؟! اگر نہیں کرتے تو اس سے کفر آتا ہے!

اور کفر چاہے آپ نے اصول کو جھٹلایا ہے جو تقویٰ کے اصول ہیں جو توحید اور سنت ہے اُس کو آپ نے جھٹلایا ہے یا اس کو نہیں مانا ہے یا انکار کیا ہے یا جو فروع ہے جو عام باتیں ہیں اُن کی آپ نے مخالفت کی ہے یا انکار کیا ہے سب اس میں شامل ہیں ایک لفظ میں: ﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا﴾۔

پھر اگر یہ ہو جائے تو حقوق کی ادائیگی میں بھی خلل ہوگا، اللہ تعالی کے حقوق میں بھی خلل ہوگا، اللہ تعالی کے بندوں کے حقوق میں بھی خلل ہوگا اور بیوی کے حقوق میں بھی خلل ہوگا۔

﴿فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾: ایک ہی راستہ ہے بچنے کا کہ تقویٰ کا راستہ ہے تو اس میں خیر ہے تمہارے لیے، نہیں تو پھر کفر کا راستہ ہے اس میں تمہارے لیے کوئی خیر نہیں ہے اور یہ اچھی طرح جان لو کہ یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے وہ اللہ تعالی ہی کا ہے۔ سب کچھ اللہ تعالی کا ہے، تم چاہو یا نہ چاہو تم بھی اللہ تعالی کے ہو، تمہارے اہل وعیال بھی اللہ تعالی کے ہیں، تمہاری مال ودولت تمہاری شان وشوکت تمہارا اقتدار تمہارا جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ اللہ تعالی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب اللہ تعالی کا ہے تمہاری حیثیت ہی کیا ہے؟! اگر تقویٰ کا راستہ اختیار نہیں کرتے ہو اور کفر کا راستہ اختیار کرتے ہو تو تمہارے پاس بچے گا کیا؟! تمہاری حیثیت ہی کیا ہے؟!

یہ جھنجھوڑنے کے لیے ہے ورنہ دیکھیں یہی جملہ بار بار ہے، اس آیت کی ابتداء میں بھی یہی جملہ ہے: ﴿وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾، اس کو جوڑیں پچھلی آیت کے ساتھ ﴿اَنِ اتَّقُوا﴾ کے ساتھ اس جملے کو جوڑ دیں: ﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾۔

اور اختتام دیکھیں آپ: ﴿وَكَانَ اللّٰہُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ۝۱۳۱﴾: اور اللہ تعالی بے نیاز ہے بڑی خوبیوں والا ہے حمید ہے۔

(۱) "غنی" (بے پرواہ ہے بے نیاز ہے): تم حقوق کی ادائیگی کرو نہ کرو تم تقویٰ کا راستہ اختیار نہ کرو کوئی فرق پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کو؟! وہ غنی ہے اپنے بندوں سے غنی ہے بے نیاز ہے بے پرواہ ہے۔

ہم عبادت کرتے ہیں توحید اور سنت پر عمل کرتے ہیں ہمارا اپنا فائدہ ہے اللہ تعالیٰ کو کیا فائدہ ہے؟! وہ غنی ہے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہے کوئی نقصان نہیں ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہمیں فرق پڑتا ہے ہم مسکین ہیں حقیر ہیں فقیر ہیں ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے! تقویٰ نہیں زندگی میں تو کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ غنی ہے۔

(۲) وہ "حمید" بھی ہے: ہر حال میں حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے چاہے اللہ تعالیٰ لے کسی بندے سے آزمائش میں یا اُسے دے وہ پھر بھی حمید ہے۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے آسمان اور زمین میں وہ غنی ہے وہ حمید ہے، کوئی تقویٰ کا راستہ اختیار کرے یا نہ کرے وہ غنی اور حمید ہے، کوئی کفر کا راستہ اختیار کرے تب بھی وہ غنی اور حمید ہے کوئی نہ کرے تب بھی وہ غنی اور حمید ہے۔

حقوق کی ادائیگی کرو یا نہ کرو اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہیں پڑتا اللہ تعالیٰ کے غنا میں وہ غنی ہے اور حمد و ثناء میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ غنی اور حمید ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ (النساء:132)

تیسری مرتبہ، اور ایک مرتبہ سے زیادہ اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾: اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔

﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾﴾: اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کارساز۔ بگڑی بنانے والا، مشکل کو آسان کرنے والا، مشکل کشا حاجت روا، تمام تکلیفیں دور کرنے والا، تمام معاملات کو درست کرنے والا کارساز ہے وکیل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

جب سب کچھ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں عرش معلیٰ ہے کرسی ہے جو بھی آسمان میں ہے) اللہ تعالیٰ ہی اکیلا مالک ہے اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا کیا اُس کا کوئی شریک تھا؟ کوئی مددگار تھا؟ کوئی بھی نہیں تھا۔

زمین میں جو کچھ موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کوئی شریک تھا؟ کوئی یار و مددگار تھا؟ کوئی بھی نہیں تھا۔

وہ واحد لَا شَرِيكَ لَهُ ہے جَلَّ شَانُهُ سُبحَانَهُ وتَعَالىٰ اس لیے اگر اُس کی نافرمانی کروگے اور اپنی مرضی کروگے تو تمہارے معاملات کو درست کرے گا کون پھر؟! اپنے معاملات تم جس کے سپرد کرنا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا (مشرک شرک کرتا ہے کبھی لات کو کبھی عزیٰ کو کبھی ہبل کو کبھی بُت کو کبھی فرشتوں کو کبھی درند کو کبھی پرند کو کبھی پتھر کو کبھی درخت کو کبھی کسی اور کو پکارتا ہے پوجتا ہے) اُس کی کارسازی مخلوقات ہیں جو اُس کی طرح ہیں؟! ان تمام چیزوں کا خالق اور مالک کون ہے؟!

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾: وہی اکیلا خالق ہے وہی اکیلا مالک ہے وہی اکیلا تدبیر کرنے والا ہے، تمہارے معاملات بھی وہی درست فرمائے گا۔

وہی بہترین کارساز ہے اُس کے سوا کوئی نہیں ہے اس لیے اپنے تمام معاملات اُسی کے سپرد کر دو اور کوئی چارہ نہیں ہے:

﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾﴾۔

نہیں سمجھ میں آئی بات؟ آگے سنو:

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾﴾ (النساء:133)

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو اللہ تعالیٰ فنا کر دے: ﴿وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ﴾: اور اللہ تعالیٰ دوسرے لے کر آئے جو تمہارے جانشین ہوں گے اور تمہارے والے کام نہیں کریں گے۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾: اور اللہ تعالیٰ اس پر خوب قادر ہے۔

کون روک سکتا ہے اللہ تعالیٰ کو؟! جب اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ اس کائنات میں ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو فنا کرنا چاہے تو کوئی روک سکتا ہے اللہ تعالیٰ کو؟! کون روک سکتا ہے؟! تمہارے یہ بُت یہ درند یہ پرند جن کو تم پوجتے ہو یہ روک سکتے ہیں کیا جرأت ہے؟! سخت وعید ہے! جو تقویٰ کا راستہ اختیار نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں جو کفر اور ناشکری کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو ان سب کو فنا کر دے اور ایسے لوگ لے کر آئے جو ان جیسے نہ ہوں:

﴿...وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾﴾ (محمد:38)

اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں بدل کر دوسری قوم لے کر آئے جو تم جیسی نہ ہو اللہ تعالیٰ اس پر خوب قادر ہے۔

عجب ہے جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ خوب قادر ہے اس لیے لفظ قدیر ہے۔

قادر اور قدیر میں کیا فرق ہے؟ "قادر": ایک مرتبہ جو قدرت رکھتا ہے۔ "قدیر": جو خوب قدرت رکھتا ہے بڑی قدرت والا ہے یعنی جس میں عجز کا امکان ہی نہیں ہے، کوئی چیز نہیں جس پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے، چاہے تو "کن فیکون" ہے اور کوئی روک بھی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کو۔

پھر معاملہ جو اصل میں ہے تقویٰ میں جب خلل پڑتا ہے تو اس کی ایک وجہ ہے کہ دنیا کی شہوت غالب آجاتی ہے نا؟! دنیا جس میں ہم رہتے ہیں یہی راستہ ہے جنت کا جب شہوت غالب آجاتی ہے خواہش نفس میں مسئلہ ہو جاتا ہے یہی تقویٰ کے بیچ میں اوڑ بن جاتی ہے نا؟!

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾﴾ (النساء:134)

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾: جو کوئی دنیا کا ثواب چاہتا ہے۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو دنیا کا ثواب چاہیے:

﴿رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا﴾ (البقرۃ:200): بس آگے نہیں چاہتے اُن کو دنیا بھی حسنہ چاہیے دنیا کا خیر چاہیے اُسے دنیا کا ثواب چاہیے تو اُس کو دنیا ہی چاہیے بس، دنیا کا پجاری ہے اُس کے بغیر رہ نہیں سکتا! ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا﴾۔

﴿فَعِنْدَ اللّٰهِ﴾: تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہی مالک ہے تمام کائنات کا۔

﴿ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾: دنیا اور آخرت کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

مانگنا ہے تواللہ تعالیٰ سے صرف دنیامت مانگو اصل بات آخرت ہے:

﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝﴾ (الضحیٰ:4)

(اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت تمہارے لیے "اُولیٰ" دنیا سے بہتر ہے)

اور کتنی آیات کریمہ میں آیا ہے کتنی احادیث میں آیا ہے کہ آخرت کے معاملات دنیا سے افضل اور بہتر ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ ہوتے؛ نہیں ؟!

لیکن نبوت اور رسالت کے ساتھ بادشاہ بننا پسند نہیں کیا بار بار کیا فرمایا؟" أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا؟ "۔

"عبد شکور" بڑا بلند درجہ ہے، واللہ! بادشاہوں سے بھی بلند درجہ ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کو جمع کر لیں ایک طرف اور عبد شکور بن کر دیکھ لیں جو سکون دل میں اطمینان، جو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں برکتیں نازل ہوتی ہیں، جو دل میں اطمینان اور سکون اور کشادگی محسوس ہوتی ہے جو آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے وہ اللہ کی قسم! کسی بادشاہ کے پاس نہیں ہے کیونکہ آخرت کو مقدم کیا ہے دنیا پر۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ آتے ہیں تو چٹائی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر مبارک پر اس کے نشان تھے سیدنا عمر رو پڑے کہ قیصر اور کسریٰ کے مخمل کے اور حریر کے اور ریشم کے بستر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت ہے! تو کیا فرمایا؟ "کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ جو اُن کے لیے دنیا میں ہو ہمارے لیے جنت میں ہو؟"۔

فکر کس چیز کی ہے؟ آخرت کی ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾: جو دنیا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا کو اُس کو دے گا۔

کافر جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتا یا جو شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارتا ہے اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے تو کافر کو مشرک کو اللہ تعالیٰ دے رہا ہے کہ نہیں دے رہا؟! نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں مشرکین کہتے تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے محروم کر دیا دنیا سے کیا؟! دنیا ہے کہ نہیں اُن کے پاس؟!

لیکن اصل بات کیا ہے مانگنا کیا ہے ربّ سے؟ اصل فکر کس چیز کی ہونی چاہیے اس لیے فرمایا: ﴿فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾:

دونوں کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ اس لیے دعا کیا کرنی چاہیے؟

﴿...رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ (البقرۃ:201) یہ دعا مانگنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ دنیا کو طلاق دے دو یا دنیا سے بیزار ہو جاؤ؛ نہیں نہیں! یہ بات نہیں ہے اگر یہ بات ہوتی کہ دنیا کو چھوڑ کر صرف ایک بادام پر چالیس سال گزارہ کرنا ہے تو یہ دعا ہمیں کیوں بتائی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾؟

اور دنیا پہلے کیوں ہے؟ کیونکہ اصل بات تو آخرت کی ہے لیکن آخرت تک پہنچنے کے لیے دنیا سے گزر کر جاؤ گے نا بھئی!

جو پیدا نہیں ہوا دنیا میں اُس کی آخرت ہے؟ نہیں ہے! جو پیدا ہو چکا ہے اور بالغ ہو چکا ہے مکلف ہو چکا ہے اُس کی اب آخرت بھی ہے، اُس کی جزاء بھی ہے ثواب بھی ہے گناہ بھی ہے سب اُس کا حساب بھی ہونا ہے (سبحان اللہ) اس لیے صرف دنیا کی فکر مت کرو آخرت کی بھی فکر کرو۔
آخرت کی جو فکر کرتا ہے تقویٰ آسان ہو جاتا ہے کہ نہیں؟ وہی دیکھیں سیاق اور سباق آ رہا ہے تقویٰ کے راستے میں جو بھی رکاوٹیں ہیں سب اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ دور فرما رہا ہے۔

جو کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے ناشکری کا راستہ اختیار کرتا ہے اصل مسئلہ کیا ہے محبت کس چیز سے ہے؟ دنیا سے ہے۔

تو دنیامت مانگو ربّ سے دنیا اور آخرت دونوں مانگو مانگنا ہے تو، نہیں تو پھر آخرت کو مقدم کرو آخرت کی فکر کرو دنیا بھی آسان ہو جائے گی تقویٰ بھی آسان ہو جائے گا حقوق کی ادائیگی بھی آسان ہو جائے گی بیوی پر زیادتی بھی نہیں ہو سکے گی۔ اصل بات یہی ہو رہی ہے نا؟! (سبحان اللہ)۔

﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۳۴﴾: اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (وہ خوب سنتا ہے جو تم کہتے ہو وہ خوب دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو)۔

دنیا کے پیچھے بھاگنے والے یا تو کچھ کہتے ہیں یا تو کچھ کرتے ہیں ایسے ہوتا ہے نا؟

جو سود کھاتا ہے جو ظلم کرتا ہے جو شرک کرتا ہے جو نافرمانی کرتا ہے یا دنیا کے کسی معاملے میں شہوت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو یا وہ زبان سے کہے گا یا کچھ کرے گا نا یہی ہو گا نا؟!

اور جو آخرت کو مقدم کرتا ہے آخرت کی فکر ہوتی ہے اور ربّ سے دنیا کے معاملے میں خیر چاہتا ہے بھلائی کی دعا کرتا ہے، حلال کھانا چاہتا ہے رزق حلال اُس کو چاہیے، بیوی بھی اُس کو نیک اور صالح چاہیے، بچے اُس کو نیک اور صالح چاہیئں اور تربیت کا حق بھی ادا کرتا ہے وہ آخرت کو مقدم کرتا ہے اور آخرت کے لیے جتنے بھی اعمال ہیں اُس کا عقیدہ اُس کی عبادات اُس کے معاملات سب سیدھے اور صحیح ہیں تو اللہ ان کے معاملات کو بھی خوب سنتا ہے جو وہ کہتے ہیں اور خوب دیکھتا ہے جو یہ کرتے ہیں اس لیے اس آیت کا اختتام:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۳۴﴾ ہے۔ **سمیع علیم کیوں نہیں ہے؟**

(۱) جس میں ظاہر کی چیز بیان نہ ہو نا صرف باطن کی چیز ہو تو اس میں اختتام علیم سے ہوتا ہے کیونکہ "سمیع اور علیم" جو تم کہتے ہو خوب سنتا ہے جو تم چھپاتے ہو خوب جانتا ہے۔

(۲) جب عمل کی بات آتی ہے ثواب کے دنیا اور آخرت کی بات آتی ہے تو یہاں پر کوئی عمل تو ہو گا نا تو عمل دکھتا ہے نظر آتا ہے اس لیے فرمایا "سمیع اور بصیر"۔

پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (النساء:105)

((کان کھول کر سن لو!) اے اہل ایمان!)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾: اے ایمان والو! ہو جاؤ انصاف پر قوّامین۔

قائم نہیں فرمایا:﴿ قَوّٰمِيْنَ ﴾:

(ا) قائم:ایک مرتبہ

(۲)﴿ قَوّٰمِيْنَ ﴾ :اُس کا حق ادا کرنے والا،انصاف کا حق ادا کرنے والے یعنی انصاف پر قائم رہو،انصاف پر قائم رہنے والے۔

﴿ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾:اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے۔ ﴿ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ﴾:اگرچہ خود تمہارے خلاف گواہی ہو۔

﴿ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ﴾:یاماں باپ،قرابت داروں رشتے داروں کے خلاف۔

﴿ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ﴾:چاہے کوئی مالدار غنی ہو یا محتاج فقیر ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ اُن کا سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہے:﴿ فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ﴾۔

﴿ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ ﴾:پس خواہش نفس کی پیروی مت کرو۔ ﴿ اَنْ تَعْدِلُوْا ﴾:یعنی ناانصافی کر بیٹھو کہ انصاف نہ کرو۔

﴿ وَاِنْ تَلْوٗٓا ﴾:اور اگر تم زبان کو دباؤ(یعنی گواہی دیتے ہوئے)اور غلط بات کہو گواہی میں تحریف کرلو۔

﴿ اَوْ تُعْرِضُوْا ﴾:یا گواہی دینے سے انکار کرو یا پہلو تہی کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ اُس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ (سبحان اللہ)۔

آیت کی ابتداء:﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾:اے ایمان والو!یعنی اپنے کان اور دل کھول کر اچھی طرح سنو۔

﴿ كُوْنُوْا ﴾:فعل اُمر ہے "تم سب مل کر"۔ ﴿ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ﴾:کیا بن جاؤ؟انصاف پر قائم رہنے والوں کا حق ادا کرنے والے انصاف پر قائم رہو انصاف کرنے والے بنو کیونکہ تقویٰ کے راستے میں جو اگلی رکاوٹ ہے وہ کیا ہے؟ناانصافی ہے اور ظلم ہے(آگے بنیادی وجہ بھی ہے کہ نا انصافی انسان کب کرتا ہے ظلم کب کرتا ہے)۔ ﴿ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ﴾:قائم نہیں!"قسط"میں انصاف کرنے کے لیے آپ کو جدوجہد کرنی پڑے گی اور بار بار کرنی پڑے گی اور اس کا حق ادا کرنا پڑے گا۔ ﴿ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾:اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے۔

انصاف بھی کرنا ہے گواہی بھی دینی ہے،جہاں انصاف کرنا ہے وہاں پر انصاف کریں اور جہاں پر گواہی دینی ہے وہاں پر گواہی دیں اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے دینی ہے۔ یہ گواہی کی اہمیت دیکھیں حیثیت دیکھیں کتنی عظیم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ جوڑ دیا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینی ہے کیونکہ اکثر گواہ ڈر جاتے ہیں پھر جاتے ہیں یا رشوت لے کر اپنی اسٹیٹ منٹ (Statement) بدل دیتے ہیں یا گواہی نہیں دیتے ڈرتے ہیں یا کچھ چیز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ﴾۔

کس پر گواہی دینی ہے؟اور گواہی کا عدل و انصاف سے کیا تعلق ہے؟دو چیزیں ہیں:

(ا)﴿ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ﴾:اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ گواہی میں بھی آپ صحیح راستہ اختیار نہیں کرتے،گواہی میں خلل انصاف میں خلل۔

(۲) گواہی آپ کی درست ہے کیونکہ گواہی ایک حصہ ہے عدل وانصاف کا بعض لوگ اچھا عدل وانصاف کرنے والے ہیں لیکن گواہی میں آکر یا فیصلے میں آکر اگر جج ہیں تو غلطی کر دیتے ہیں تو اس میں گواہی دینے والے بھی شامل ہیں، فیصلہ کرنے والے جو جج ہیں وہ بھی شامل ہیں، عوام الناس بھی شامل ہیں عمومی طور پر جن پر عدل وانصاف کرنا فرض ہے،اس میں میاں بیوی بھی شامل ہیں سب اس میں شامل ہیں۔

﴿وَلَوۡ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ﴾: اگرچہ اپنے خلاف گواہی دینی پڑے۔

اقرار جرم پہلے گزر چکا ہے فقہ کے درس میں "اقرار": انسان اپنے نفس کی کیسے گواہی دے گا جرم کا اقرار کرتے ہونا؟! بعض لوگ جرم کرتے ہیں چھپا لیتے ہیں۔

دیکھیں ایک گناہ اور جرم ہوتا ہے بندے اور ربّ کے بیچ میں توبہ کافی ہے اُس کے لیے لیکن اگر جرم اور ظلم صورت اختیار کرلے ایسی کہ کسی اور پر ظلم کیا جائے اُس کی حق تلفی کی جائے توتب سچی توبہ کے لیے کیا شرط ہے؟ کہ اُس کا حق اُسے واپس کر دیا جائے۔

اُس کا حق ادا کیسے ہوگا؟ اعتراف جرم ہوگا اور اُس کا حق واپس کرے: ﴿وَلَوۡ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ﴾: اگرچہ گواہی اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اس سے بڑھ کر: ﴿أَوِ ٱلۡوَٰلِدَيۡنِ﴾: یا والدین ہی کیوں نہ ہوں۔

جب بات گواہی کی آئی ہے تو والدین کے خلاف بھی گواہی دینا فرض ہے۔

والد نے ظلم کیا ہے کسی پر والدہ نے ظلم کیا ہے کسی پر معاملہ عدالت میں چلا گیا ہے آپ گواہ ہیں قاضی آپ سے پوچھتا ہے کہ گواہی دو تو نہیں دیں گے گواہی؟!

﴿أَوِ ٱلۡوَٰلِدَيۡنِ﴾: گواہی دیں گے آپ کیونکہ گواہی کس کے لیے دیں گے آپ؟ ﴿شُهَدَآءَ لِلَّهِ﴾: یہاں پر اس لیے خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ بیان کیا ہے ﴿شُهَدَآءَ لِلَّهِ﴾: کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہے والدین بھی نہیں ہیں، جب گواہی کی بات آئی ہے تو اس کا حق ادا کرنا ہے۔ ﴿وَٱلۡأَقۡرَبِينَۚ﴾: قریبی رشتے دار، قرابت دار۔

آپ کے بھائی ہیں آپ کی بہن ہے آپ کی بیوی ہے آپ کا بیٹا ہے بیٹی ہے کوئی بھی ہو، بعض اوقات جب انسان گواہی دیتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سامنے والا جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہے "گواہی دوں یا نہ دوں؟!"۔

یہ غنی ہے یہ فقیر ہے، غنی کو کیا فرق پڑے گا نہیں دوں گا تو، یا فقیر ہے اس لیے اس پر ترس کر کے گواہی میں ردّوبدل کرنا ہے، نہیں!

﴿إِن يَكُنۡ غَنِيًّا أَوۡ فَقِيرٗا فَٱللَّهُ أَوۡلَىٰ بِهِمَاۖ﴾: اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں ہے نہ امیر کے لیے جو غنی ہے اور نہ فقیر کے لیے جو مسکین اور فقیر ہے، تمہارے عدل وانصاف میں گواہی میں فرق نہیں ہونا چاہیے کسی انسان کے حالات یا اسٹیٹس (Status) کو دیکھتے ہوئے، ربّ جانے وہ جانے گواہی میں تم خلل نہیں پیدا کر سکتے جھوٹی غلط گواہی نہیں دے سکتے اُس پر ترس کرتے ہوئے کیونکہ وہ تو مسکین ہے نا!

اب یہ جو فقیر ہے اور یہ امیر ہے جس کے خلاف اس نے دعویٰ کیا ہوا ہے اور پتہ ہے کہ جو حق ہے غنی کے ساتھ ہے فقیر جھوٹ بول رہا ہے میں اُس پر ترس کر کے غلط گواہی دے دوں تاکہ اس فقیر کا بھلا ہو جائے تو یہ بھلا نہیں ہے تم نے بھلا نہیں کیا اُس کے ساتھ!

وہ فقیر ہے ربّ نے اُسے فقیر بنایا ہے اُسے آزمایا ہے تمہارا اس سے کیا کام ہے جھوٹی گواہی جھوٹی ہے!

اور جھوٹی گواہی "شَهَادَةُ الزُّورِ" اُن سات بڑے گناہوں میں سے ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں تو کسی پر ترس کر نا نہ کرنا نافرمانی کر کے اپنے ربّ کی تم ہوتے کون ہو تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟!

﴿اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا﴾: اس لیے دیکھیں والدین کا ذکر بھی کیا ہے کہ بات بہت سنجیدہ ہے سنگین بات ہے عام بات نہیں ہے! ہمیشہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ والدین کا حق ہے: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (الاسراء:23): یہ بھی احسان میں سے ہے والدین کے ساتھ کہ اُن کو گناہ سے بچایا جائے کیونکہ جب دنیا میں حد قائم ہو جاتی ہے تو آخرت میں حساب ہوگا؟ نہیں حساب ہوگا۔

اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے یا کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے اور دنیا میں اُس پر حد قائم کی جاتی ہے یا دنیا میں اُس کو سزا مل جاتی ہے اُس گناہ کی جو دنیا میں وہ کر چکا ہے تو آخرت میں اُس کا حساب نہیں ہوگا۔

اور اگر والدین کوئی گناہ کرتے ہیں کسی شخص پر اور آپ گواہی دے دیتے ہیں تو آپ نے اپنے والدین کے لیے احسان کیا کہ نہیں؟! خیر کیا کہ نہیں؟!

عذاب دنیا کا بڑا ہے یا آخرت کا بڑا ہے؟! اللہ کی پکڑ دنیا کی بڑی ہے یا آخرت کی بڑی ہے؟!

آخرت کی بڑی ہے (سبحان اللہ) اس لیے آپ بیٹا ہونے کا حق ادا کرتے ہیں، بھائی اور بہن ہونے کا حق ادا کرتی ہیں جب آپ سچی گواہی دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے۔

اصل مسئلہ کیا ہے انسان کب ناانصافی کرتا ہے اور کب گواہی میں خلل پیدا کرتا ہے اب اس کی تفصیل ذرا دیکھیں۔

﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى﴾: خواہش نفس کی پیروی مت کرو یہ اصل مسئلہ ہے۔

خواہش نفس کی پیروی کرنا تقویٰ میں بھی خلل ہے عدل و انصاف میں بھی خلل ہے گواہی میں بھی خلل ہے، اگر آپ اپنے نفس کو سیدھا کر لیتے ہیں نفس کو پاک کر لیتے ہیں اور اس کی ہر خواہش کے پیچھے نہیں لگتے تب تو الحمد للہ خیر ہی خیر ہے۔

اس لیے قرآن مجید میں دیکھیں جب نفس کی بات آئی ہے نا سورۃ الشمس میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ قسمیں کھائی ہیں! واحد سورۃ ہے قرآن مجید میں کہ ایک ساتھ ایک جگہ پر گیارہ قسمیں کھائی ہیں:

1-﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ۝۱﴾

2-﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲﴾

3-﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ۝۳﴾

4-﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴﴾

5-﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ۝۵﴾

6-﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ۝﴾

7-﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۝﴾

8-﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾

9-﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝﴾

گیارہ قسموں کے بعد جواب القسم کیا ہے؟

اچھا گیارہ قسموں کے بعد ﴿قَدْ﴾ بھی ہے مزید تاکید ہے: ﴿اَفْلَحَ﴾ (اُس نے فلاح پالی ہے) ﴿مَنْ زَكّٰىهَا ۝﴾ (جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور پاک کر دیا)۔

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾: اور وہ رسوا ہوا ذلیل ہوا جس نے اُسے دبائے رکھا۔

کس نے دبائے رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے نافرمان نے دبائے رکھا ہے اُسے پاک نہیں ہونے دیا، نفس پاک ہونا چاہتا ہے تم نے اُسے دبائے رکھا ہے اُسے پاک نہیں ہونے دیا ہے۔ (الشمس: 1-10)

﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى﴾: یہ ہوی تمہیں تباہ کر دے گی اس کی اتباع مت کرو۔

کس کی اتباع کرنی ہے؟ "الھدیٰ": ہدایت کی۔

اگر نفس پاک ہو جاتا ہے تو ہدایت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے، اگر نفس آلودہ ہے اُسے دبائے رکھا ہے تو پھر ہدایت کا راستہ بہت مشکل ہو جاتا ہے پھر تو ہوی کا راستہ ہی باقی رہتا ہے۔

﴿اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا﴾: تین چیزیں ہیں کہ خواہش نفس کی پیروی کرو گے اگر تو پھر تینوں میں سے ایک لازمی ہو گا یا تینوں بھی ہو سکتے ہیں:

(۱)﴿اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ﴾: ناانصافی کرو۔

(۲)﴿وَاِنْ تَلْوٗٓا﴾: یا زبان کو تھوڑا ٹیڑھا کر کے دبا کر بات کر کے گواہی میں ردّوبدل کر لو تحریف کر لو۔

(۳)﴿اَوْ تُعْرِضُوْا﴾: یا گواہی دینے سے انکار کر دو۔

تین چیزیں ہوتی ہیں نا اور کوئی آپشن (Option) ہے؟ گواہی میں انسان یا تو گواہی دیتا نہیں ہے انکار کر دیتا ہے جھوٹ بول دیتا ہے یا دیتا ہے تو اس میں ردّ بدل کرتا ہے۔

ردّوبدل کیسے کرتا ہے؟ ﴿وَاِنْ تَلْوٗٓا﴾: زبان کو آپ نے تھوڑا سا پھیر کر بات کی ہے ناانصافی ہو جاتی ہے۔

تو خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے آپ سے ناانصافی بھی ہو گی اور گواہی میں بھی آپ سے غلطی ہو جائے گی خلل ہو جائے گا اور اگر ایسا ہو جائے: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝﴾: تو بے شک اللہ تعالیٰ خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

قرآن مجید میں:

(۱)﴿فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا﴾

(۲)یا﴿خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝١١﴾ (المنافقون:11)

یہ دونوں آیتیں اس طریقے سے آئی ہیں اختتام کچھ آیتوں کا ایسے ہوا ہے کبھی **خبیر** پہلے ہے **تعملون** بعد میں ہے اور کبھی **تعملون** پہلے ہے **خبیر** بعد میں ہے تو یہ واجب لے لیں مجھ سے آپ کے علم میں اضافہ بھی ہوگا اور تدبّر قرآن میں بھی آپ کو ان شاءاللہ فائدہ ہو جائے گا، میں اس کا جواب ابھی نہیں دیتا ہوں کہ اس میں کیا حکمت ہے (سبحان اللہ)۔

میں ابھی بتانا چاہتا تھا واجب دینا چاہتا تھا لیکن ذرا خود سیاق اور سباق پڑھ لینا کیا کہ وجہ ہے اللہ تعالیٰ بعض آیات میں **خبیر** کا لفظ پہلے بیان فرماتے ہیں اور **تعملون** کا لفظ بعد میں اور بعض میں **تعملون** پہلے ہے **خبیر** بعد میں ہے۔

اس میں ایک چھوٹا سا پیارا راز ہے اور کمال کا ہے!

عمل جو آپ کرتے ہیں اور خبیر (خوب باخبر ہے) یہ لفظ آگے پیچھے کیوں ہوتے ہیں یا فرق ہے آگے پیچھے رکھنے کا؟ اور آپ یہ دیکھیں کمال ہے کہ اُس سیاق اور سباق میں ہمیشہ یہی طریقہ آپ کو نظر آئے گا اور اس وقت آگے پیچھے بھی ہوگا (سبحان اللہ)۔

دیکھنے والا دیکھ رہا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے﴿تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ﴾اور﴿خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾فرق ہے کوئی؟

واضح تو نہیں ہے لیکن اس کے پیچھے ایک پیارا سا راز ہے آپ دیکھیں گے پتہ چل جائے گا تو اگلے درس میں ان شاءاللہ اس پر بات کریں گے (واللہ أعلم)۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

اور یاد دلا دیجیے گا یہیں سے درس کا آغاز کریں گے، یہیں سے آیت کے اس آخری حصے سے شروع کروں گا میں ان شاءاللہ پھر آگے بیان کریں گے (واللہ أعلم)۔

سوال اور جواب:

سوال: شیخ صاحب درس کے آخر میں پیراگراف میں جو آیت ہے﴿لَا يَسۡتَوِىۡ مِنۡكُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ﴾ (الحدید:10) اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم أجمعین کی فضیلت ایک دوسرے پر اور درجہ بندی یعنی فتح مکہ سے پہلے والے صحابہ کا أجر زیادہ ہے لیکن شرح میں امام صاحب نے واضح نہیں فرمایا؟

جواب: یہ بات اس کی نہیں ہو رہی کہ کس کا یعنی کیا أجر ہے بات ہو رہی ہے کہ سب کے لیے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے یہ خوشخبری ہے۔

سوال: تو یعنی "عبداً شکور" بننے والوں کی فکر کا مرکز فقط آخرت کی نعمتیں ہوتی ہیں؟

جواب: جی ہاں! "عبد الشکور" جو ہے وہ فکر آخرت میں ہوتا ہے تو عبد الشکور بنتا ہے اور دنیا کے جو حقوق ہیں دنیا کی اُس کی جو ضروریات ہیں وہ بھی نہیں بھولتا۔

سوال: آپ نے کہا کہ دنیا کی شہوت غالب ہوتی ہے اس لیے انسان تقویٰ کے اعلیٰ معیار کو پا نہیں سکتا تو دنیا میں رہ کر اور شہوت کے غالب ہونے اور وقتی طور پر راستے سے ہٹنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے والے اعلیٰ درجے کے متقین بن سکتے ہیں؟

جواب: جی بن سکتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ التواب ہے! اور توبہ کا دروازہ کیوں اللہ تعالیٰ نے کھولا ہوا ہے کیوں بار بار توبہ کی ہمیں جو ہے نا رغبت کی دی گئی ہے؟! یہی وجہ ہے۔

سوال: کچھ دعا کر رہے ہوتے ہیں اور آخر میں کہتے ہیں کہ "والناس اُجمعین" کیا یہ کہنا صحیح ہے اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب: "والناس اُجمعین": دعا کرتے ہیں تو ناس کو نہیں آپ کر سکتے!

مسلمانوں کو آپ کر سکتے ہیں دعا، ناس میں تو مسلمان اور کافر سب شامل ہوتے ہیں اور آپ جب جنت کی بات کرتے ہیں تو کفار کے لیے جنت نہیں ہے، آپ کفار کے لیے ہدایت کی دعا کریں وہ حق رکھتے ہیں لیکن اگر آپ جنت کے لیے دعا کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو شامل کر دیں۔

سوال: ہمارے معاشرے میں اکثر خاوند کے والدین اُس کی بیوی پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں لیکن خاوند خاموش رہتا ہے والدین کی عزت میں تو کیا خاوند بیوی کا گناہگار ہے؟

جواب: جی ہاں! خاوند تو گناہگار ہے اس طریقے سے کوئی شک نہیں ہے کیونکہ عدل وانصاف کرنا لازمی ہے، والدین کے احسانات اپنی جگہ پر اُف بھی نہیں کہہ سکتا لیکن جو وہ بیوی پر ظلم کرتے ہیں تو اُن کو ظلم سے روکے اُن کو سمجھائے، اور یہ والدین کے ساتھ احسان کے ساتھ کا ایک حصہ ہے کہ پیار سے ادب سے سب کے سامنے نہیں الگ سے جا کر اُن سے بات کرے اُن کو سمجھائے کہ بیوی پر ظلم نہیں کیا جاتا بیوی کا حق ہے تاکہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچائے۔

بعض بیویاں یہ سمجھتی ہیں کہ ہمارے سامنے بات نہیں کرتا تو یہ غلط ہے! اور یہ ایک غلط سوچ ہے جو اس جھگڑے کو اس مصیبت کو اور بڑھا دیتی ہے اور ظلم دونوں طرف سے پھر ہوتا ہے بلکہ تینوں طرف سے ہو جاتا ہے پھر کیونکہ بعض بیویاں ڈیمانڈ کرتی ہیں کہ آپ کچھ کہتے نہیں ہو اپنے والدین کو! آپ سمجھاتے نہیں ہو اپنے والدین کو!

وہ یہ سمجھتی ہیں کہ میرے سامنے بات کی جائے، جیسے میری بے عزتی کی ہے اُن سے بات کر کے اُن کی بے عزتی میرے سامنے کرے تو یہ سب سے بڑی بدبختی ہے اور اُس کو اللہ تعالیٰ توفیق نہیں دے گا!

اس لیے بیٹے کو چاہیے کہ اپنے والدین کو الگ سے سمجھائے، وہ حق رکھتے ہیں ادب کے دائرے میں رہ کر اُن کو سمجھائے یہ اُن کے احسان میں سے ایک طریقہ ہے اور بیوی کو چاہیے کہ وہ بھی صبر کرے اور خاوند کے جو حقوق ہیں اُن میں کوتاہی کمی نہ ہو، اُس کے والدین کے ساتھ بھی کوئی کمی کوتاہی نہ ہو اُن کی عزت میں احترام میں پیار میں محبت میں۔

اور ان شاءاللہ اگر دونوں فریقین (اُس کے والدین خاوند کے اور یہ بیوی جو ہے) آپس میں اپنے رشتے کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں تو تقویٰ کا راستہ اختیار کرلیں اور عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرلیں ان شاءاللہ تمام معاملات ٹھیک ہوں گے لیکن اگر ہر بندہ کہتا ہے کہ نہیں میں حق پر ہوں وہ غلط ہے، اور والدین کہتے ہیں کہ بہو جو ہے وہ ظلم کرتی ہے حق ادا نہیں کرتی عزت نہیں کرتی اور بیوی کہتی ہے کہ والدین ظلم کرتے ہیں (ساس اور سسر جو ہیں) وہ یعنی جو ہے تکلیفیں دیتے ہیں ظلم کرتے ہیں زیادتی کرتے ہیں اور خاوند جو ہے وہ بیچارہ پھنس جاتا ہے بیچ میں!

اس لیے عدل وانصاف سے کام کرنا چاہیے اگر والدین کی سائیڈ یہ بیٹا لیتا ہے بیوی پر ظلم ہوتے ہوئے تو وہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ گناہگار ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہے تو ایسی صورت میں وہ والدین کو روکے پیار سے ادب سے سمجھائے اور جو اس کی بیوی اگر کسی غلط فہمی کا شکار ہے والدین کی طرف سے تو اس کی وضاحت کرے سمجھائے کہ ایسی بات نہیں ہے لیکن ادب کے دائرے میں رہ کر اُف تک نہیں کہہ سکتے اگرچہ والدین ظلم بھی کریں یاد رکھیں! اُف کہہ دیا تو آپ بھی اس ظلم میں شامل ہو گئے آپ نے والدین پر ظلم کرلیا ہے۔

تو اس لیے احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے والدین کے ساتھ ادب کے دائرے میں رہ کر اُن کو سمجھایا جائے اگر نہیں سمجھتے تو اُن کا ربّ ہے حساب لینے والا، آپ بیوی کو سمجھائیں اور اگر آپ چاہیں تو بے شک بیوی کو اُن سے دور کردیں تاکہ یہ جھگڑا جو ہے وہ ختم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ظلم سے بچا جاسکے (واللہ اَعلم)۔

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس [004-27: سورۃ النساء کی مختصر تفسیر (آیات: 131-135)] سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیری غلطی کو درست کردیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio